ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

افسانہ اور علامتیت: "بجوکا" کے علامتی ڈھانچے کا تنقیدی جائزہ

(Fiction and Symbolism: A Critical Analysis of the Symbolic Structure in "Bajuka")

ڈاکٹر اسد محمود خان

Abstract:

Symbolism is a potent literary technique used by writers to convey profound themes, feelings, and social critique in their stories. The scarecrow (بجوکا), an apparently ordinary character, has captivated the minds of short-story writers for years. The scarecrow serves as a multifaceted emblem, representing concepts such as seclusion, safeguarding, individuality, and the contrast between the organic and the man-made. This research seeks to clarify the scarecrow's ability to deeply resonate with readers by closely analyzing certain texts and examining critical perspectives. Moreover, this study explores the socio-cultural circumstances that have impacted the representation of the scarecrow in literature, elucidating its evolution from a practical farming implement to a meaningful metaphorical instrument. Through an analysis of the development of scarecrows, we can have a deeper understanding of how short stories mirror and react to shifting perspectives on rural life, agriculture, and the human experience. Therefore, the complex web of symbolism woven by the scarecrow in fiction is revealed. This research enhances the overall comprehension of symbolism in literature by analyzing its literary depictions and examining its socio-cultural importance. Additionally, it acknowledges and appreciates the ongoing fascination with an apparently ordinary character in the realm of fiction.

Key Words: Scarecrow, Symbolism, Fiction, Identity, Rural, Metaphor

ملخص

علامت نگاری ایک طاقتور ادبی آلہ ہے جسے تخلیق کار خصوصاً کہانی کار اور افسانہ نگار اپنے بیانیے کے تانے بانے میں عکاس موضوعات، جذبات اور سماجی تبصروں کے اظہار کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ "بجوکا" بظاہر ایک گھاس پھوس کا بے جان ڈھانچہ، نے اردو افسانہ نگاروں کے تخیلات کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے جہاں یہ ایک پیچیدہ علامت کے طور پر ابھرتا ہے اور جو تنہائی، تحفظ، شناخت، اور قدرتی اور مصنوعی کا امتزاج کی حامل علامتی نظام کو گرفت میں لیتا ہے۔ مذکورہ تحقیقی و تنقیدی مضمون کا مقصد قارئین کے سامنے بجوکا بحثیت ایک علامت کی ترسیل کو واضح کرنا ہے۔ مزید برآں، یہ تحقیق ان سماجی و ثقافتی سیاق و سباق کا مطالعہ بھی کرتی ہے جنہوں نے ادب میں بجوکا کی تصویر کشی کو متاثر کیا ہے اور ایک مفید زرعی آلے سے ایک بھرپور استعاراتی آلے میں اس کی تبدیلی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بجوکا کے ارتقاء کا جائزہ لے کر، ہم یہ بصیرت حاصل کرتے ہیں کہ کس طرح مختصر کہانیاں دیہی، زرعی، اور انسانی حالت کے بدلتے تاثرات کی عکاسی کرتی ہیں اور ان کا جواب دیتی ہیں۔ اس طرح، افسانے کے اندر علامت کے پیچیدہ نظام کو کھولتا ہے۔ اس کی ادبی نمائندگیوں کی کھوج اور اس کی سماجی و ثقافتی اہمیت کے سیاق و سباق کی جانچ کے ذریعے، یہ تحقیق افسانے کی دنیا میں ایک بظاہر عام اور بے جان کردار کی ادبی ترسیل اور علامتی تفہیم میں معاون ہے۔

کلیدی الفاظ: بجوکا، کردار، کہانی، علامت، افسانہ، شناخت، دیہی، استعارہ، ترسیل، تفہیم

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

افسانہ اور علامتیت: "بجوکا" کے علامتی ڈھانچے کا تنقیدی جائزہ

کیا افسانہ، علامتوں کی ترسیل کا ایک موثر ذریعہ کہا جا سکتا ہے! اردو افسانہ کی عمر دیگر اصنافِ ادب کی طرح اتنی زیادہ نہیں کہ اس کی تکمیلی جہات پر حرفِ راز کا بیان ممکن ہو اور نہ ہی اتنی مختصر کہ تشکیلی جہات کو احاطہ تحریر میں رکھ کر استفادے کی صورت نہ کی جائے۔ ایسے میں نیا افسانہ، اپنی تمام تر فنی حسیات اور حیثیات کے ساتھ حرف و معانی کے کٹہرے میں فہمائش کے مقابل کھڑا ہے۔ اردو افسانے کا ارتقائی دور، وہی دور بنتا ہے جب علامتیت اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ ادب اور اصنافِ ادب میں اثر انداز ہو رہی تھی۔ یہی وہ دور بھی بنتا ہے کہ جس میں تخلیقی بغاوت اور معنوی تہہ داری کی پرتوں پر نئے نقش ثبت ہوئے۔ کہانی نے خبر اور ابلاغ کی حد سے باہر نکل کر تفہیم اور تعبیر کی منزل کو سفر باندھا۔ اردو افسانے میں باقاعدہ علامتیت کا اظہاریہ کے لیے بلراج مین را، انتظار حسین، رشید امجد، انور سجاد اور سریندر پرکاش کے ناموں کو بطورِ خاص پیش کیا جسکتا ہے جب کہ دیگر کئی افسانہ نگاروں کو بحیثیت مجموعی اس ذیل میں رکھ کر اردو افسانے اور علامتیت کے باہمی تعلق کو کھوجا سکتا ہے۔ نئی عالمی ضرورتوں نے نئی کہانی کو جنم دیا اور نئی کہانی نے نئی روایت کو گود لیا جس سے افسانوی جہت میں بھی ایک انفرادیت در آئی۔ علامت کی تشکیل، جتنی اہمیت رکھتی ہے، اس سے کہیں زیادہ علامت کی تکمیل اور ترسیل اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ علامتی نظام کی تشکیل، تکمیل اور ترسیل کی تکوین دراصل کہانی، کردار اور علامت کی مسافرت پر موجود ادھوری منزل ہے جو ہر دور میں نئے جنم اور نئی تجسیم کے ساتھ سفر میں رہتی ہے البتہ جہاں معنوی دائروں میں بدلاؤ آتا ہے وہاں تفہیمی کڑیوں کا تسلسل بھی متاثر ہوتا ہے۔

گوپی چند نارنگ، "نیا افسانہ: علامت، تمثیل اور کہانی کا جوہر" میں لکھتے ہیں:

> "نئی مختصر کہانی کا بیانیہ تنازعات اور انحراف کی بجائے احساسات، جذبات اور کیفیات کے امتزاج اور ہم آہنگی کے ذریعے تخلیق کیا گیا تھا۔ نتیجتاً، ابھرتے ہوئے مختصر افسانہ نگاروں کو بیانیہ کی ساخت، خیال کی وسعت، جذبات کی تشریح، اور اسلوبیاتی اظہاریے کے لحاظ سے متنوع عناصر کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ بنی کہ ان میں ایک پُر اسرار تخلیقی جوش اور اظہاری تازگی پیدا ہوئی، اور مختصر کہانی کے میدان میں ایک جدید دور کا آغاز ہوا۔"(1)

وقار عظیم، "زندگی کا پس منظر" میں رقم طراز ہیں:

> "نیا افسانہ ایک وسیع عمیق اور لطیف پس منظر میں پیدا ہوا۔ اس میں مغرب سے آئے ہوئے فن کی گہرائی اور لطافت ہے جب کہ مشرقی زندگی کی وسعت اور پھیلاؤ، نئی تشبیہات، نئے استعارات، بامعنی اظہاریے کا تصور اور اسلوبیاتی تاثیر شامل ہے۔"(2)

شمیم احمد کے خیال میں اعلیٰ ادب، علامتی نظام کے بغیر تشکیل نہیں پا سکتا، لکھتے ہیں:

> "عموماً اعلیٰ ترین تخلیقات میں حقیقت پسندی کا عنصر بہت کم اور تخیلی عناصر کی کار فرمائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ تخیل جب تک انسان کے لیے ایک بھرپور تجربہ نہیں بنتی، اُس وقت تک اس سے فکر و عمل کی وحدت ظہور میں نہیں آتی اور فکر و عمل کی وحدت کے بغیر کوئی معاشرہ یا قوم، داخلی واردات یا بھرپور معنویت کی کوئی علامت تخلیق نہیں کر پاتی۔"(3)

افسانے کی نئی صورت نے لکھت پڑت میں معنوی تہہ داری کو نمایاں کر دیا۔ افسانہ، سادہ اور حقیقی بیانیہ کی ذیل سے نکل کر کہانی کی گھمن گھیریوں میں ایسا الجھا کہ تخلیق کار اور قاری، دونوں کی تفہیمی دائروں کی گنتی اور پھیر بڑھتے چلے گئے۔ اول اول کہانی نے بہروپ بدل کر داستان سے ناول اور ناول سے افسانے تک کا سفر طے کیا اور بعد ازاں خود افسانے کے میدان میں رہ بھی کئی کئی سوانگ بھرے کہ ہر منظر اور ہر باری پر ایک نئی صورت سے سابقہ پڑنے لگا۔ اس سے جہاں افسانہ اپنی ارتقائی حدوں سے تشکیلی حدوں میں داخل ہوا وہاں یہ معاملہ بھی کھل کر اظہار کا سبب بننے لگا کہ کہانی کا ایک روپ نہیں یا فقط وہ روپ نہیں جو تخلیق کار کا مطمع نظر رہا ہو گا بلکہ کہانی کے اصل روپ، پڑت ارو سمجھ کے بعد اپنا وجودی سراپا تسلیم کرتے ہیں۔ جس طرح شاعری میں لفظی استعمالات کو تشبیہ، استعارے، تمثیل، کنایہ یا علامتیت کی ذیل میں رکھ کر برتا جاتا ہے اور وقت کی تقسیم اسے زندہ علامتی نظام کا حصہ بنا دیتی ہے، ویسے ہی کہانی میں موجود کہانیوں کی پڑت انہیں وقت کے دائرے میں رکھ کر حقیقی بیانیہ کی پیدوار اسے کہانیوں کے ایک زندہ علامتی نظام کے مرکزے میں لے جاتی ہے جہاں، جہانِ معانی کی لہریں، تفہیم کے بحرِ بیکراں کا کنارہ تلاشتی دکھائی دیتی ہیں۔

یُوں خیال، تخیل اور تشکیل کی نوعیت یکسر بدل کر تجسیم، تعبیر اور تعمیر کی تکوین میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں شعوری کوشش، منطقی استدال کے ساتھ ساتھ لاشعوری کیف وکشف کا حاصل بھی میسر ہوتا ہے۔

"بجوکا" کیا ہے! اور کیا "بجوکا" کی علامت کو اردو افسانوں کے علامتی نظام میں ایک زندہ علامت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے!! بجوکا، اردو افسانے میں علامتی سطح پر موجود ہونے کی باوجود بھی اردو لغات میں جگہ نہیں بنا پایا۔ "فرہنگِ آصفیہ" میں "بِجُو" لفظ کے بعد "بجوانا" اور "بجواک" کے الفاظ شامل ہیں، "فیروز اللغات" میں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ درپیش ہے، "لغاتِ کشوری" میں 'فصل با مع جیم عربی و فارسی میں بھی "بجول" پر معاملہ ٹھہر جاتا ہے، "نُور الغات"، "قدیم اردو کی لغت"، حتیٰ کہ "بجوکا"، افسانہ نگار و ناقد شمس الرحمن فاروقی کی مرتب کردہ "لغاتِ روز مرہ" میں بھی جگہ نہیں بنا پایا اور انہوں نے بھی "بچولیا" اور "بجھو" کے درمیان، اِسے رکھنا نامناسب خیال کرتے ہوئے افسانوں میں ہی رہنے دیا۔ البتہ انگریزی میں "بجوکا" کو "Scarecrow" سے منسوب دیکھا جا سکتا ہے جہاں یہ دو لفظوں سے مل کر بنتا بتایا گیا ہے: پہلا "Scare" جو 1590ء کی دہائی میں ڈرنا، خوفزدہ کرنا کے معانوں میں جب کہ مڈل انگلش میں "Skerren" ایک غیر معمولی تبدیلی یا ڈرانے کے معنوں میں، یا قریب 1350ء سے پہلے "اسکینڈی نیویائی" لوگوں کی زبان "شمالی جرمینک" میں "Skirra" سے مراد ڈرنا، سکڑنا، دور کرنا، روکنا، ٹالنا، یا پھر اسکاٹش زبان میں "Skair" اور "Skar" بامعنی خوفزدہ ہو جاؤ، ڈرو، افواہ سے گھبرا جاؤ وغیرہ میں بھی متوقع ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری (Oxford Dictionary of English) میں اس کی تعریف یہ لکھی ہے:

"ایک نقلی مجسمہ جو ایک شخص کی طرح دکھائی دیتا ہو، جسے پرانے کپڑوں میں ملبوس کیا گیا ہے اور پرندوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے کھیت میں رکھا جاتا ہے۔"(4)

مریم و یبسٹر ڈکشنری (Merriam Webster) میں ہے:

"ایک شے عام طور پر ایک انسانی مجسمہ جو فصلوں سے دور پرندوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے بنائی گئی ہے؛ یا کچھ بھی خوفناک لیکن واقعی خطرناک نہیں۔"(5)

کیمبرج ڈکشنری (Cambridge Dictionary) میں درج ہے:

"پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کا مجسمہ جو پرندوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے فصل والے کھیت میں جما دیا گیا ہو۔"(6)

"بجوکا" عموماً کپڑوں میں گھاس پھوس بھر کر تیار کیا جاتا ہے جس کے دو بازو لکڑی، سر پر مقامی ٹوپی، پھڑی یا جنگل ہیٹ جو فصل والے کھیتوں میں مناسب فاصلے پر ایک ٹانگ پر کھڑا ملتا ہے۔ اس کا مقصد جانوروں، پرندوں یا فصل کو نقصان پہنچانے والے ناپسندیدہ در اندازوں کو فصل کی خرابی یا کھیت کی تباہی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا ہوتا ہے۔ یہ چوں کہ ان رکھتا ہے، اس لیے دور سے کھیت کے مالک یا رکھوالے کا تاثر قائم کرتا ہے اور کھیت اور فصل کو کسی بھی متوقع نقصان سے بچانے کا سامان کرتا ہے۔ "بجوکا" کا کردار مغربی معاشرے میں علامتیت کے ساتھ سماجی، معاشرتی اور تہذیبی شعور کا حصہ بھی ہے جہاں کھیتوں کھلیانوں میں، اس کے مخصوص کام کے علاوہ بھی مختلف تہواروں میں بطور علامت پیش کیا جاتا ہے۔ کینیڈا میں "Joe's Scarecrow Village" کے تہوار میں ہزاروں بجوکا نمائش کے لیے پیش کیے جاتے ہیں؛ جاپان میں ایک جزیرہ پر واقع دیہات ""(Nagoro) اگرچہ چند گھروں پر مشتمل ہے البتہ وہاں بجوکا کی تعداد ہزاروں ہے؛ انگلینڈ کا "اُرچ فونٹ فیسٹیول" (Urchfont Scarecrow Festival) سال 1990ء سے کئی ہزار لوگوں کی شرکت اور توجہ کا مرکز ہے؛ "بیلبروٹن" (Belbroughton)، سال 1996ء سے ستمبر کا پہلا ہفتہ بجوکا تہوار سے منسوب کرتا ہے؛ اسکاٹ لینڈ میں پہلا بجوکا تہوار کا اہتمام سال 2004ء میں کیا گیا تھا؛ امریکی شہر "سینٹ چارلس" ہر سال ستمبر اور اکتوبر میں بجوکا تہوار پر ہزاروں شرکاء کی میزبانی کا سبب ہوتا ہے جب کہ فلپائین حالیہ کچھ عرصہ میں مقامی زبان میں بجوکا تہوار کا انعقاد ممکن بنا کر اس روایت میں شامل ہُوا ہے۔

بجوکا کی مناسبت سے تہواروں کے انعقاد کے ساتھ انگریزی ادب بھی اس علامتی اظہاریے کے استعمال میں پیچھے نہیں ہے۔ اس میں اہم ادبی خصوصاً نثری یا افسانوی ادب میں " مائیکل کونلی" (Michael Connelly) کا ناول "The Scarecrow"، " جی رینجر ورمسر" (G. Ranger Wormser) کی کہانیوں کا مجموعہ "The Scarecrow and other Stories" اہمیت کے حامل افسانوی نثر پارے ہیں۔

مغربی کہانی کاری میں 'بجوکا' کے مضبوط کردار حوالے سے ہیرالڈ بلوم (7) رقمطراز ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"بجوکا، امریکی لوک داستانوں میں ایک مضبوط حوالہ ہے، جس میں دیہی زندگی کے چھپے ہوئے خوف اور سکون دونوں کو مجسم کیا گیا ہے۔"(7)

"بجوکا"، اردو افسانوں میں برتی جانے والی ایک ایسی علامت ہے جو اپنی سیاسی، سماجی اور نفسیاتی تہہ داریوں کے ساتھ ایک مکمل علامتی نظام کو پیش کرتی ہے جہاں کہانی اندر کہانی در کہانی اور کرداروں پر کردار در کردار کی تجسیم کا معاملہ دراصل ایک مکمل علامتی نظام کا معاملہ ہے جو قاری کے سامنے بیک وقت کئی منظر وَا کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ علامتی نظام، عصری شعور کی نمائندہ ہوتا ہے جو ادب، تہذیب اور ثقافتی معیارات کو زندہ تہذیب و ادب کی کسوٹی پر پرکھتا اور سجاتا ہے۔ بجوکا کی علامت، اردو ادب اور خصوصاً افسانہ نگاری میں اظہاریے سے بڑھ کر نظریے، تحریک اور سماجی موضوعات کی پیش کاری کے لیے برتی گئی ہے۔ اگرچہ اس کا استعمال سیاق و سباق سے ہٹ کر تخلیقی ضرورت کی صورت اختیار کر سکتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی علامتی سطح پر مفاہیم کی ترسیل کا ایک موقر و موثر ذریعہ سمجھا گیا ہے جو وقت کے پھیر میں کہانی، کردار اور کہاوت سے نکل کر عالمی علامت کے دائرے میں داخل ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھیت، کھلیان اور اناج کی حفاظت سے بڑھ کر خود کے تحفظ کی سمت سفر دکھائی دیتا ہے جہاں سلامتی، سربراہی، تنہائی، بے چارگی، علاحدگی، خوف، توہم پرستی، عدم استحکام، مزاحمت، چھپاؤ، تلبیس، شناخت، ماحولیاتی تعلق اور بے اثر اندازی جیسے اہم موضوعات ایسی ہی علامت کے اظہاریے کے لیے چنے جاتے ہیں۔

چارلس ڈکینز(Charlas Dickens)، بجوکا کی علامتی ترسیل بارے لکھتے ہیں:

"گھاس پھوس کا یہ ڈراؤ(علامت)، وقت گزرنے کے ساتھ، اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ کوئی زندہ آدمی نہیں جانتا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔"(8)

اس کی سب سے بڑی وجہ تجسیم اور تفہیم کا دائرہ ہے جو ذہنی، فکری اور علامتی نظام کے تابع انسانی قدروں، سماجی ضرورتوں اور تہذیبی رچاؤ کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

جان ملٹن(John Milton)، رقم طراز ہیں:

"دنیا کا سب سے بڑا بوجھ توہم پرستی ہے، نہ صرف چرچ میں ہونے والی تقریبات کا، بلکہ گھر میں خیالی اور خوفناک گناہوں کا بھی"۔(9)

اردو افسانے میں بجوکا کا کردار پہلی بار سلام بن رزاق کے افسانہ "بجوکا" میں برتا گیا جس کی اولیت بارے مظہر الزماں خاں لکھتے ہیں:

"سریندر پرکاش کا افسانہ بجوکا اس قدر مشہور ہوا کہ بہت کم لوگ یہ جانتے ہوں گے کہ اس عنوان سے سب سے پہلا افسانہ سلام بن رزاق نے لکھا تھا۔"(10)

سلام بن رزاق کا یہ افسانہ، اُن کے اولین افسانوی مجموعہ "ننگی دوپہر کا سپاہی" میں شامل ہے جو پہلی بار دسمبر 1977ء میں 'نیو رائٹرس پبلی کیشنز، بمبئے' سے شائع ہُوا جب کہ ترتیب میں ساتواں افسانہ جو کہ صفحہ 67 پر موجود ہے۔ سریندر پرکاش کے افسانہ "بجوکا" نے شہرت کی ایسی بلندی پائی کہ قریب قریب جنم لینے والے دیگر بجوکے پہلے سے موجود منظر میں گم ہو گئے۔ اگرچہ بعد ازاں ایک نہیں کئی ایک بجوکا نے اردو افسانے میں نہ صرف جنم لیا بلکہ اپنی انفرادی حیثیت منوانے کا سامان بھی کیا، یہ الگ بات کہ شناخت گم رہی البتہ علامت نے ترسیل کا مرحلہ بطریقِ احسن ایک کہانی سے دوسری کہانی اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے کی ذہنی، فکری اور علامتی نظام کے تابع انسانی قدروں، سماجی ضرورتوں اور تہذیبی رچاؤ کی صورت اختیار کرتا رہا ہے۔ دیگر اہم بجوکوں کی علامتی تخلیق اور ترسیل میں محمد مظہر الزماں خان، محمود ایوبی، ابراہیم اشک، قنبر علی، عبدالعزیز خان، ڈاکٹر بانو سرتاج قاضی، مظہر سلیم قریشی، ایم مبین، محمد قیوم میؤ، اکبر حسین قریشی المعروف اکبر عابد، اشتیاق سعید احمد کے افسانے اور رونق جمال کی کہانیاں سرِ فہرست ہیں۔ بجوکا کی علامتی ترسیل سے پہلے تک ایک بظاہر بے جان، ایک جاندار کردار جو کھیتوں کھلیانوں میں کہیں تنہاء اور کہیں قطار اندر قطار کھڑا، ہوری کی فصلوں کی حفاظت کرتا دکھائی دیتا تھا تاہم اس کی تجسیم سے وابستہ کئی ایک رسومات، کردار، کہانیاں، نسلوں سے جڑی افسانوی داستانیں ہیں جو بظاہر تہذیبی ترقی، سماجی شعوری برتری اور جدید اقتصادی سہولیات کے درمیان کہیں گم ہو رہی ہیں لیکن درحقیقت یہ گم ہوتی بے جان، جاندار علامت شکل بدل کر ایک نئے روپ اور علامت کے ساتھ پہلے سے زیادہ موثر اظہاریے کے طور پر نہ صرف پروان چڑھ رہی ہے بلکہ مضبوط بھی ہو رہی ہے۔

سریندر پرکاش کے افسانے میں بجوکا کیسا دکھائی دیتا ہے! افسانہ، کہانی کے بغیر اور کہانی، کردار کے بغیر تکمیلیت کی منزل سے کوسوں دُور انتزاعیت کے الجھاوے میں بے جان پڑی رہتی ہے۔ کردار، ہر دو معنوی صورتوں میں کہانی کے زندہ وجود کی علامت ہوتا ہے جہاں زندگی لمحہ لمحہ کروٹ بدلتی جاودانی کی سمت لپکتی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

دکھائی دیتی ہے۔ کردار اور کردار نگاری کا تعلق، مطلق کہانی کا تعلق نہیں بلکہ یہ زندگی سے متعلق ہے کہ اس میں جذبات واحساسات اور کیفیات کی تملائٹ کے درمیان جاگنے والی تصویر کو بے نقاب کرنے اور جان ڈالنے جیسا ہی کوئی عمل ہوتا ہے جبھی تو تخیل کی تہہ داری سے جنم لینے والی کہانیوں کے کردار، زندگی سے بھر کردار دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ کردار نگاری کا یہ عمل کہیں کہیں گم نام صفحات پر رہ جاتا ہے لیکن بہر طور ایک زندگی اور ایک کردار کی شناخت، صفحہ ہستی پر رہ جاتی ہے۔ کہانی کے وجود کو کردار کے وجود سے الگ رکھ کر نہیں دیکھا جاسکتا جبھی تو عبدالقادر سروری، کردار اور کردار نگاری بارے لکھتے ہیں:

"کردار نگاری، یا کرداروں کی تخلیق کا عمل، کہانی کے کرداروں میں الگ الگ عادات، مزاج، خصوصیات اور فطرت کی علامت کی مقصدیت پورا کرتا ہے۔ اس سے ان کی شخصیت کہانی کے دوسرے کرداروں سے الگ ہو کر ادب میں ان کی طویل عمری کو یقینی بناتی ہیں۔"(11)

شمس الرحمٰن فاروقی، افسانے کی حمایت میں رقمطراز ہیں:

"اردو افسانے میں کردار نگاری، اب دو جمع دو کے بنیادی تصور سے آگے بڑھ چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ نئے افسانہ نگار نے اظہاریہ میں نمایاں ترقی کی ہے۔ البتہ! علامتوں اور تجریدات کا برتاؤ، افسانہ نگار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی بنیاد پر مختلف انداز سے کرتا ہے۔"(12)

سریندر پرکاش کا افسانہ "بجوکا"، اردو کہانی کا ایک ایسا ہی کردار بن چکا ہے کہ جس نے دو اور دو چار قسم کی کردار نگاری سے بغاوت کرتے ہوئے علامت اور تجرید کا سفر طے کیا ہے۔ اردو افسانے میں برتا جانے والا یہ کردار، افسانہ نگاروں کی تخیلی سرحدوں سے پر تخلیقی حدوں کے درمیان جنم لے چکا ہے جو مخصوص عادات، اطوار، خصائل اور طبیعت کی بنا پر مقابل کرداروں سے الگ دکھائی دیتا ہے۔

سریندر پرکاش کے بجوکا نے، اردو افسانہ میں بجوکا کے کردار کو جاودانی بخشی۔ بجوکا کا یہ کردار حیل وحلیہ سے ایک ڈھانچہ، بانس کی پھانکوں سے بنایا گیا ایک بے جان پُتلا جسے خود سے زندگی مل جاتی ہے، جس کا سر الٹی رکھی ہانڈی کا اور ایک انگریز شکاری کے ٹوپے سے سجا ہُوا، تن پر اُسی انگریز شکاری کے خاکی رنگ کپڑے، بظاہر ایک بے جان مگر ایک چھلاوہ دکھائی دیتا ہے۔

سریندر پرکاش، بجوکا کا حلیہ بیان کرتے ہوئے مکالموں سے کچھ ایسی تصویر ابھارتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تم! ارے تم کو تو میں نے کھیت کی نگرانی کے لیے بنایا تھا۔ بانس کی پھانکوں سے اور تم کو اس انگریز شکاری کے کپڑے پہنائے تھے جس کے شکار میں میرا باپ ان کا ہانکا لگاتا تھا اور وہ جاتے ہوئے خوش ہو کر اپنے پھٹے ہوئے خاکی کپڑے میرے باپ کو دیے گیا تھا۔ تیرا چہرہ میرے گھر کی بیکار ہانڈی سے بنا تھا اور اس پر اسی انگریز شکاری کا ٹوپا رکھ دیا تھا۔ ارے تو بے جان پُتلا۔۔۔ تم کو یہ درانتی اور زندگی کس نے دی؟ میں نے تو نہیں دی تھی۔ یہ مجھے آپ سے آپ مل گئی جس دن تم نے مجھے بنانے کے لیے بانس کی پھانکیں چیری تھیں، انگریز شکاری کے پھٹے پرانے کپڑے لائے تھے، گھر کی بیکار ہانڈی پر میری ناک، آنکھیں، کان اور منہ بنایا تھا۔ اسی دن ان سب چیزوں میں زندگی کپلا رہی تھی اور یہ سب مل کر میں بنا۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، یہ سب سازش ہے میں تمہیں زندہ نہیں مانتا یہ سب چھلاوا ہے۔"(13)

یہاں کردار نگاری کی جزئیات جہاں کہانی میں جان ڈالتی ہیں وہاں بجوکا کی زندگی کی نوید بھی سناتی ہیں جس کے لیے سریندر پرکاش کی کردار نگاری اور علامتیت کو مقابل رکھنا بنتا ہے جو ایک عمیق مشاہدہ اور دقیق تجربہ کا حاصل کہا جاسکتا ہے۔

عبدالقادر سروری لکھتے ہیں:

"کردار نگاری نہایت مشکل جزو ہے۔ ہر قصہ نگار کردار نگار نہیں بن سکتا، وہی شخص کامیاب کردار نگار بن سکتا ہے جس کو دولت علم حاصل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عمیق مشاہدہ اور کافی تجربہ بھی ہو۔"۔"(14)

کیا بجوکا کا کردار، افسانے کے علامتی نظام کی تہہ داری کے دَر وَا کرتا ہے! یہ جاننے کے لیے ایک ایک بجوکا کی کہانی کو دیکھنا ضروری ہو گا تاکہ بجوکا، کردار اور علامت کے درمیان بننے والے ایک واضح تعلق کو سلجھایا جائے۔ سلام بن رزاق نے جس بجوکا کا کردار تراشا، ایک ظلم رسیدہ، ستایا ہوا، ستم زدہ، جور وجفا کا مارا ہوا جس کے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ساتھ ناانصافی کی گئی ہو، جس پر آفت پڑی ہو، جو مظلومیت اور بے چارگی کو بیان کرتا ہے۔ یہاں بجوکا کا کردار اپنے اردگرد کائنات رکھتے ہوئے بھی تنہائی کو تصویر کرتا ہے، خود تنہاء کھڑا رہ کر بھی دوسروں کو ہنسی بانٹنے کا سامان کرتا ہے، موسموں کی سختی نرمی میں زندگی بانٹنے والا پتھر کھانے کو تیار رہتا ہے، کہیں کہیں ڈرانے والا، کہیں کہیں رکھوالا، چلتے پھرتے منظر میں ساکت وجامد، اپنے کام میں مگن اور مصروف، بچوں کے لیے تفریح کا سامان پیدا کرنے اور دوسروں کی سختی کو برداشت کرنے والا، جو آدمی نہیں.....بس ایک بجوکا دکھائی دیتا ہے۔ افسانے میں علامتیت کے دائروں میں حقیقت نگاری کے اسٹروکس، افسانے کی تجسیم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

وارث علوی لکھتے ہیں:

> "بجوکا نفسیاتی حقیقت نگاری کا افسانہ ہے لیکن حقیقت کا اظہار بجوکا کی علامت کے ذریعے کرتا ہے جو تہ دار اور معنی خیز ہے۔ یہاں آرٹ اپنا لوہا منواتا ہے کہ جو کام اس کے اختیار میں ہے وہ کسی اور شعبہ علم کی دسترس میں نہیں۔"(15)

سریندر پرکاش کا بجوکا ایک خود غرض، لالچی، کینہ پرور، چالاک، ہوشیار، بے حس اور طنز سے بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ کہانی میں برتے جانے والے جملوں میں تاریکی کے درمیان کی دَراندازی، پکی فصل کو اجاڑنے کا منظر اور تیار فصل کو کاٹتا دیکھنے کی تکلیف، ایک بے جان بجوکا کی جاندار تشکیل بنتی ہے۔ سریندر پرکاش نے بجوکا کو علامتیت کی سطح پر تہہ دار معاشرتی رویوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسانہ میں تحفظ اور تحفظ کی پامالی میں خود محافظ کا بے حس اور خود غرض رویہ، پنچائیت، سرپنچ اور پنچائیت کی کارروائی دیکھنے والوں کا رویہ، عدل، عدل کے تقاضے اور عدل کے نظام کا مجرمانہ رویہ، معاشرے، سماج اور رویوں کے الجھاوں کو علامت کی تہہ داری میں رکھ کر کھولتا ہے۔ مکالموں میں برتا جانے والا طنزیہ لب ولہجہ، تند و تیز جملوں کا تصادم، درانتی، زندگی، بے جان، سٹراپ سڑاپ، سہمے ہوئے چہرے اور جھکے ہوئے سر جیسے لفظوں کا چناؤ اور برتاؤ، کہانی، کردار اور علامت کی تکوین مکمل کرتا ہے۔

سریندر پرکاش کے چند جملے کچھ ایسی ہی علامتی فضاء کی عکاسی کرے دکھائی دیتے ہیں:

> "اچانک ہوری کے قدم رک گئے..... کھیت کی طرف حیرانی سے دیکھ رہا تھا..... فصل میں سے کچھ بے چینی کے آثار تھے..... تیز تیز قدم بڑھانے لگے..... کھیت کے دوسرے کونے پر درانتی چلنے کی سڑاپ سڑاپ کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی..... سب قدر سہم گئے..... سب کی مارے خوف کے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی..... ان کے رنگ زرد پڑ گئے اور حوری کے ہونٹوں پر گویا سفید پپڑی سی جم گئی..... کچھ دیر کے لیے وہ سب سکتے میں آ گئے اور بالکل خاموش کھڑے رہے..... وہ کچھ دیر کتنی تھی: ایک پل، ایک صدی یا پھر ایک یُگ..... اس کا ان میں سے کسی کو اندازہ نہ ہوا جب تک انہوں نے حوری کے غصہ سے کانپتی ہوئی اواز نہ سنی انہیں اپنی زندگی کا احساس نہ ہوا۔"(16)

سریندر پرکاش کے افسانے میں 'بجوکا' کی علامتیت دراصل کہانی کاری کی معاشرے اور سماج سے گہری جڑت اور جذباتی ردعمل کو جنم دیتی ہے جو سماجی مسائل اور معاشرتی رویوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ بجوکا کی علامت، عصری سماجی وسیاسی رویوں کے درمیان زندہ اظہاریہ ہے جہاں ذمہ داری کی امانت کو حسب انداز برتا گیا ہے اور جس پر علامتی تہہ داری کھلتی ہے۔ افسانے میں کہانی استحصالی روش کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے جو افسانہ نگار کے شعوری ردعمل کا غیر شعوری اظہاریہ ہے۔ سماجی جڑت، احساس کا دامن وسیع کرتی ہے تو اظہار کا دامن سکڑ کر علامت بن جاتا ہے جو زمانوں، زمینوں کا سفر کرتی عصری ضرورتوں اور تقاضوں کا دامن دراز کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بجوکا بظاہر لہلہاتے کھیتوں کے درمیان فقط ایک بانس، گھاس پھوس اور اترن میں پوشیدہ بے جان کردار ہے لیکن درحقیقت اس کے درپردہ ایک جاندار احساس باقی ہے جو ہوری (معاشرے کے کمزور طبقے کا نمائندہ) کی کمزوریوں پر غائب آکر اسے استحصالی رویے کے مقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ بجوکا، کا کھیت کے درمیان کھلے بازوؤں کے ساتھ کھڑا کرنا، ہوری کا اپنا انتخاب ہے جو بعد ازاں بجوکا کے ہاتھ درانتی، فصل کاٹنے کا عمل، ہوری سے کھیت کی حفاظت کے لیے حصّے کی طلب، پنچائیت کا فیصلہ اور گاؤں بھر کا فیصلے کے مقابل سر تسلیم خم کرنا، دراصل اُس جمہوری نظام کی عکاسی ہے جہاں غریب اور مجبور عوام اپنے ہاتھوں انتخاب کا عمل مکمل کرتے اور بعد ازاں اس کے اثرات کا خمیازہ بھگتتے دکھائی دیتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہوری، اس معاشرے کے پسے ہوئے، کمزور طبقے کی نمائندگی ہے جو بجوکا جیسے استحصالی کردار کے سامنے بے بس دکھائی دیتی ہے جب کہ پنچائیت میں ساہوکار اور چوپال وہ فرسودہ نظام ہے جو کمزور کا ساتھ دینے کی بجائے استحصالی کرداروں کو مضبوط کرنے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ سریندر پرکاش کے

افسانے میں بجوکا کا کردار اور علامتی ترسیل جہاں ایک طرف تحفظ، مدد، محبت، مٹی، کھیت، فصل اور نسل سے جڑی روایتوں کے درمیان لالچ، چالاکی اور فریب کے ساتھ خود کی ترسیل کرتا دکھائی دیتا ہے وہاں بدلتی دنیا، نئے سماج اور نئی روایتوں کے درمیان مشینی الجھاوے، ہوس، وحشت، دہشت اور ہولناکیوں کے ساتھ ایک بے بس و لاچار رویہ کا اظہار یہ بھی وقت کی تقسیم کا نوحہ بیان کرتا دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

(1) نارنگ، گوپی چند،(2009ء)،"فکشن شعریات، تشکیل و تنقید"، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص280۔

(2) عظیم، وقار،(1982ء)،"نیا افسانہ"، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ص71۔

(3) شمیم احمد،(1964ء)،"طلسم ہوشربا کی علامتی اہمیت"، مشمولہ "نیا دور" کراچی، شمارہ33۔34، پاکستان کلچرل سوسائٹی، ص309۔

(4) Wehmeier, Sally (2010) "Oxford Advanced Learners Dictionary", Edition:7, Oxford, OUP, p.1354.

(5) Brewster, Emily (2009), "Merrium-Webster's Advanced Learners English Dictionary", Springfield, Merrium-Webster's Inc, p.596.

(6) Heacock, Paul (2009), "Cambridge Academic Content Dictionary", Cambridge, Cambridge University Press, p.836.

(7) Bloom, Harold (2011), "The Anatomy of Influence: Literature as a Way of Life", New Haven, Yale University Press, p-125.

(8) Dickens,Charles (2006), "Bloom's Modern Critical Review: Charles Dickens", New York, Charles House Publishers, p.141.

(9) Milton, John (2016), "Areopagitica and Other Prose Works", New York, Dover Publications, p.59.

(10) خان، مظہر الزماں(1990ء)،"بجوکا"، مشمولہ:شب خون، جلد22، شمارہ:158، آلہ آباد، عقیلہ شاہین پبلشر، ص39۔

(11) عبدالقادر سروری،(1969ء)،"کردار اور افسانہ"، حیدر آباد، مکتبہ ابراہیمیہ، ص51۔

(12) فاروقی، شمس الرحمٰن(2006ء)،"افسانے کی حمایت میں"، دہلی، مکتبہ جامعہ، ص126۔

(13) پرکاش، سریندر(1988ء)،"بجوکا"، مشمولہ:"باز گوئی"، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص113۔

(14) سروری، عبدالقادر،(1969ء)،"کردار اور افسانہ"، حیدر آباد، مکتبہ ابراہیمیہ، ص62۔

(15) علوی، وارث(2013ء)،"بجوکا(تجزیہ)"، مشمولہ:"سلام بن رزاق اپنے افسانوں کے آئینے میں"، مرتب:شاکر تسنیم، مظفر پور، مکتبہ صدف، ص66۔

(16) پرکاش، سریندر(1988ء)،"بجوکا"، مشمولہ:"باز گوئی"، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص112۔